بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیہ جلیل القدر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کی زندگی

اور

کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کا تجزیاتی جائزہ

تحریر: محمد علی فاضل دامت برکاتہ

چوتھی صدی ہجری کے عظیم شیعہ محدیثن کے زمرہ میں شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی "جو شیخ صدوق" کے نام سے مشہور ہیں۔ان کی ولادت باسعادت ۳۰۵ ہجری میں قم شہر کے ایک باتقویٰ علمی گھرانے میں ہوئی۔ جبکہ بعض علماء آپ کا سال ولادت ۳۰۶ھ یا ۳۰۷ھ بھی بیان کرتے ہیں۔

مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت کے بارے میں شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد شیخ علی بن بابویہ کی شادی ان کی چچازاد سے ہوئی۔ لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی' تو انھوں نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نائب خاص شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کریں کہ وہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ خداوند عالم مجھے نیک' صالح اور فقیہ فرزند عطا فرمائے۔

چنانچہ ایک عرصہ بعد اس درخواست کا جواب زیارت ناحیہ مقدسہ امام زمان علیہ السلام سے موصول ہوا کہ اس زوجہ سے تو انہیں کوئی اولاد نہیں ہو گی' البتہ خاندان دیلمیہ سے ایک خاتون کے ساتھ شادی کریں گے' اس سے خداوند عالم دو فقیہ بیٹے عطا فرمائے گا۔

چنانچہ شیخ صدوقؒ خود بھی کتاب کمال الدین میں اپنی ولادت باسعادت کا سبب یہی بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے امام زمان علیہ السلام سے ان کی ولادت کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اور وہ امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی اسود جب انہیں استاد کے پاس درس پڑھنے کے لیے جاتے ہوئے دیکھتے تو کہتے: "ان کا یہ علمی ذوق و شوق زیادہ باعث تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں سے پیدا ہوئے ہیں"

علمی خانوادہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد گرامی علی بن الحسین بن بابویہ قمی اپنے دور کے مشہور اور برجستہ علماء و فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، قم میں بکثرت علماء و محدثین کی موجودگی کے باوجود ہدایت اور فتویٰ کے لیے مرجعیت کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ آپ ایک عالم، عابد، محدث، زاہد اور صاحب کرامات شخصیت کے مالک تھے، گذر معاش کے لیے قم کے بازار میں آپ کی ایک چھوٹی سی دوکان تھی جس کے ذریعہ آپ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے تھے، اور ساتھ ہی دن کے وقت اپنے گھر میں درس و تدریس اور تبلیغ احکام و نقل روایات کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ اور امام زمانہ حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے آپ کے نام توقیع شریف میں آپ کو "شیخی و معتمدی و فقیھی۔۔۔۔۔" جیسے وقیع الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ جو آپ کے بلند علمی اور معنوی مقام کی ترجمانی کرتے ہیں۔ (الکنی والالقاب ج ۱ ص ۲۲۲)

شیخ صدوقؒ کی علمی شخصیت

ابو جعفر محمد بن علی شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا شمار عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیتوں میں ہوتا ہے اور ان میں آپ علم و عمل کے درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں، اور آپ نے اپنی پربرکت زندگی میں اسلام اور تشیع کی جو خدمات سر انجام دی ہیں ان کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

چونکہ آپ کا عرصہ حیات ائمہ علیہم السلام کے قریبی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا آپ نے اس سے بخوبی فائدہ اٹھایا اور اہل بیت علیہم السلام کی روایات کو جمع کر کے نہایت ہی بلند پایہ اور قیمتی کتابیں تالیف کیں۔

آپ بیس سال تک اپنے والد گرامی سے علم و حکمت کے چشموں سے سیراب ہوتے رہے اور ساتھ ہی قم کے دیگر برجستہ اور صاحبان علم و فضل سے کسب فیض بھی کرتے رہے۔

جب ۳۲۹ھ میں ان کے والد گرامی کی وفات ہو گئی تو انہوں نے جناب محمد بن حسن بن احمد بن ولید کی مجلس درس میں شرکت شروع کر دی اور پندرہ سال تک ان سے کسب فیض کرتے رہے، شیخ صدوقؒ کی دیانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے والد علّام کے احترام کے باوجود بہت سے مقامات پر اپنے استاد ابن الولید کے نظریات کو ان کے نظریات پر ترجیح دی۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ان دو بزرگوار محدثین کے علاوہ جناب محمد بن علی بن ماجیلویہ، محمد بن موسی بن متوکل، احمد بن محمد بن یحییٰ عطار و دیگر نامور اساتیذ سے کسب فیض فرمایا۔ (مقدمہ معانی الاخبار ص ۳۶)

حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی زندگی کا دورانیہ آل زیاد اور آل بویہ کی حکمرانی کے دور پر مشتمل تھا۔ اور دونوں خاندانوں کا تعلق تشیع سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب شیخ صدوقؒ کی علمی شہرت جب ہر طرف پھیل گئی تو ہر حکومت نے آپ کی حمایت کی اور رکن الدین دیلمی کی دعوت پر آپ "رے" تشریف لے آئے اور یہاں پر آپ تمام لوگوں کے لیے قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ اور حکومت کی درخواست پر اس شہر کی علمی صدارت کو قبول فرمایا۔ اور آل بویہ کی ایک برجستہ علمی شخصیت جناب صاحب بن عباد کی درخواست پر کتاب "عیون اخبار الرضاؑ" تحریر فرمائی۔ (پژوہشی در تاریخ حدیث شیعہ ص ۴۹۹-۵۰۰)

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے ممتاز شاگردوں میں حسین بن عبید اللہ عضائری، علی بن احمد بن عباس نجاشی (کتاب الرجال کے مصنف نجاشی کے والد) سید مرتضی علم الھدیٰ۔ شیخ مفیدؒ، ہارون بن موسی تَلَّعُکبَری شامل ہیں۔

(مقدمہ معانی الاخبار ص ۶۸ تا ۷۲۔ اس کتاب میں مرحوم صدوق علیہ الرحمہ کے ۷۲ نامور شاگردوں اور راویوں کے نام مذکورہ ہیں۔)

عالم تشیع کی ناموراور بر جستہ شخصیتوں میں شیخ مفیدؒ اور سید مرتضی علم الھدیؒ جیسے افراد کا وجود شیخ صدوقؒ کی علمی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت شیخ صدوقؒ کی تصانیف وتالیفات میں اڑھائی سو سے زیادہ علمی کتابیں شمار کی گئی ہیں (مقدمہ معانی الاخبار ص ۸۲) ان کتابوں کے مختلف موضوعات، مختلف اسلامی علوم پر شیخ صدوقؒ کی علمی دسترسی کی دلیل ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اور مختلف حوادثات کے رونما ہونے کی وجہ سے مرحوم کے بہت سے علمی آثار ناپید ہو چکے ہیں۔

شیخ صدوق مرحوم نے ۳۸۱ ء میں شہر رے میں اس عالم فانی سے کوچ فرمایا اور اسی شہر ہی میں مدفون ہوئے۔ ۱۲۳۸ ھ میں جبکہ فتح علی شاہ قاچار کی ایران پر حکومت تھی اور تہران اس کا دارالحکومت تھا، رے میں سیلاب کی وجہ سے مرحوم صدوق علیہ الرحمہ کی قبر کو نقصان پہنچا اور مرحوم کی میت ظاہر ہو گئی تو چشم دید گواہوں کا کہنا ہے کہ نہ تو کفن میلا ہوا تھا اور نہ بدن پر کسی قسم کی بوسیدگی کے آثار تھے۔ بلکہ ناخنوں پر لگی ہوئی مہندی کا رنگ بھی ویسے ہی موجود تھا۔ جس کی وجہ سے شیخ مرحوم کی علمی اور معنوی قدر و منزلت کا لوگوں کے دلوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ (مقدمہ معانی الاخبار ص ۷۵)

شیخ صدوقؒ کی بارگاہ میں علماء کا خراج تحسین

۱۔ شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مرحوم شیخ صدوقؒ ایک جلیل القدر عالم دین اور حافظ حدیث تھے۔ علم رجال کے شناسا تھے اور سلسلہ احادیث میں صف اول کے نقادوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، حفظ حدیث اور کثرت معلومات میں علماء قم میں ان کا ثانی نہیں تھا۔ تین سو (۳۰۰) کے قریب اپنی تالیفات چھوڑی ہیں۔

۲۔ عظیم ماہر علم الرجال مرحوم نجاشی کہتے ہیں:

شہر رے کے رہنے والے شیخ ابو جعفر جو صدوقؒ کے نام سے مشہور ہیں خراسان میں عظیم فقہی شخصیت کے عنوان سے پہچانے جاتے ہیں، وہ بغداد میں اس وقت تشریف لائے تھے جب آپ کا عالم شباب تھا اور کئی شیعہ محدثین سے احادیث کی سماعت کی۔

۳۔ علامہ بحرانی کہتے ہیں:

ہمارے بہت سے علماء مثلاً علامہ حلیؒ اپنی کتاب "المختلف" میں شہید اپنی کتاب "شرح ارشاد" میں اور سید محقق داماد جیسے صاحبان علم نے مرحوم شیخ صدوق کی "مرسلہ" حدیثوں کو بھی اسی طرح "صحیح" مانا ہے اور ان پر عمل کیا ہے جس طرح "محمد بن ابی عمیر" کی مرسلہ حدیثوں کو "صحیح" تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ ابن ابی عمیر کی مرسلہ حدیثوں کی طرح ان کی بھی مرسلہ حدیثوں کو قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

شیخ صدوقؒ کے اساتذہ کرام

جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے زمانہ کے بہت سے علماء سے استفادہ علمی کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حضرات کے اسمائے گرامی کو ذکر بھی کیا گیا ہے، ان میں کچھ علماء کے نام یہ ہیں:

۱۔ شیخ صدوقؒ کے والد گرامی شیخ علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی

۲۔ محمد بن حسن بن احمد بن ولید

۳۔ حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام

۴۔ ابوالحسن محمد بن قاسم

۵۔ ابو محمد قاسم بن محمد استر آبادی

۶۔ ابو محمد عبدوس بن علی بن عباس گرگانی

۷۔ محمد بن علی استر آبادی

آپ سے جن بزرگوار علماء نے کسب فیض کیا ہے اور انہیں آپ کا شرف تلمذ حاصل ہے 'ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

شیخ صدوقؒ کے تلامذہ

۱۔ آپ کے بھائی حسین بن علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی

۲۔ مشہور علمی شخصیت حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ

۳۔ شیخ صدوقؒ کے اپنے بھتیجے حسن بن حسین بن علی بن موسیٰ بابویہ قمی

۴۔ مشہور رجالی شیخ نجاشی کے والد گرامی علی بن احمد بن عباس

۵۔ ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خزّاز

۶۔ ابو عبداللہ حسین بن عبداللہ بن ابراہیم "ابن غضائری"

۷۔ شیخ طوسی مرحوم کے استاد شیخ جلیل ابوالحسن جعفر بن حسین حسکہ قمی

۸۔ شیخ طوسیؒ کے معاصر شیخ ابو جعفر محمد بن احمد بن عباس بن فاخر درویستی

۹۔ ابوزکریا محمد بن سلیمان حمرانی

۱۰۔ ابوالبرکات شیخ علی بن حسن خوزی

شیخ صدوقؒ کی تالیفات

مرحوم شیخ صدوق کی کثیر اور متنوع تالیفات میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر اسلامی علوم وفنون کا جوہر تاباں ہے اور لازوال خزانہ ہے اور تب سے اب تک ان کی درخشندگی اور نورانی عظمت باقی ہے' ایک ہزار سال کے گزر جانے کے باوجود ان کی تالیفات کی اہمیت اور اعتبار اور علماء وفقہاء کے نزدیک ان کی عظمت اور رفعت میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور ان تالیفات میں سے چیدہ چیدہ کتابوں کی فہرست کچھ اس طرح ہی:-

۱۔من لایحضرہ الفقیہ	۲۔مدینۃ العلم	۳۔کمال الدین وتمام النعمۃ
۴۔التوحید	۵۔الخصال	۶۔معانی الاخبار
۷۔عیون اخبار الرضاؑ	۸۔امالی	۹۔المقنع فی الفقہ
۱۰۔الھدایۃ بالخیر		

کچھ کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کے بارے میں

یہ فہرست مرحوم کی چیدہ چیدہ تالیفات کی ہے ڈھائی سو سے زیادہ اور تین سو کے قریب ان کی تعداد بتائی جاتی ہے۔البتہ ان میں سب سے زیادہ شہرت کتاب : "من لایحضرہ الفقیہ" کو حاصل ہے اور اس کا شمار مذہب امامیہ کی ان معروف چار کتابوں میں ہوتا ہے جنہیں اصطلاح میں کتب اربعہ کہتے ہیں اور ہر مجتہد کے لیے اس کا مطالعہ اور استفادہ ضروری ہوتا ہے۔کتب اربعہ میں سے کتاب کافی کے بعد اسی کتاب کو اہمیت حاصل ہے۔

اس کتاب کے لکھنے کا سبب شیخ مرحوم کتاب کے آغاز میں خود بیان فرماتے ہیں : " جب دست قضا مجھے بلاد غربت اور عالم پردیس میں لے گیا اور بلخ شہر کے ایک پر فضا دیہات میں جا پہنچایا' وہاں پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سید بزرگوار ابو عبداللہ شریف الدین محمد بن حسین المعروف "نعمت" تشریف لے آئے جس کی وجہ سے میری ان سے نشست وبرخاست ہونے لگی اور مجھے خوشی حاصل ہوگئی۔ان کے ساتھ گفتگو سے میرا سینہ فراخ ہوگیا۔ان کی محبت اور دوستی سے مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

اسی ثناء میں انہوں نے محمد بن زکریا رازی کی ایک کتاب کا ذکر کیا جس کا نام " من لایحضرہ الطبیب" تھا۔اور کہنے لگے یہ کتاب اپنے موضوع کی ایک کامل کتاب ہے اور مجھ سے تقاضا کیا کہ " آپ بھی میرے لئے ایک ایسی کتاب تحریر کریں جو فقہ کے حلال وحرام اور شرعی احکام پر مشتمل ہو۔تاکہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔اس کا نام" من لایحضرۃ الفقیہ" رکھیں۔(من لایحضرۃ الفقیہ جلد۱ص ۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم شیخ صدوقؒ نے اپنے ایمانی دوست بنام نعمت کی درخواست پر اس کتاب کو لکھا جو ایک خود آموز فقہی کتاب ہے اور اس کا پورا نام "فقیہ من لایحضرۃ الفقیہ" یعنی جس کے پاس کوئی کوئی فقیہ نہ ہو یہ اس کے لیے فقیہ کی حیثیت رکھتی ہے' اور اس میں صرف ان روایات کو ذکر کیا ہے جو ان کے فتویٰ کے مطابق تھیں۔اور اسی بات کو انہوں نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں ذکر بھی کیا ہے کہ " میرا نظریہ یہ نہیں کہ دوسرے مصنفین کی طرح تمام روایات کو جمع کروں' بلکہ صرف ان روایات کو ذکر کروں گا جو میرے فتویٰ کے مطابق ہیں اور میں انہیں صحیح سمجھتا ہوں" (من لایحضرہ الفقیہ ص۵)

اسلوب کتاب

مرحوم شیخ صدوقؒ نے اپنی اس کتاب میں اس سے پہلے راوی کے علاوہ کہ جس نے امام علیہ السلام سے روایت کی ہے باقی تمام اسنادِ روایات کو حذف کر دیا ہے اور اسناد کے ان ذرائع کو کتاب کے آخر میں "مشیخه" کے عنوان سے ایک علیحدہ فصل میں ذکر کر کے اس کمی کو پورا کر دیا ہے اور روایات کو "مرسل" سے "مسند" بنا دیا ہے۔

کتاب کافی کے بعد کتاب " من لایحضرہ الفقیہ "کو اہمیت حاصل ہے اور شیعی احادیث کی معتبر کتاب سمجھا جاتا ہے۔ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں احکام یعنی فقہ پر مشتمل احادیث درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کو اختصار کے طور پر "من لایحضر" یا" الفقیہ " کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

"کتاب من الایحضرہ الفقیہ" میں کل پانچ ہزار نو سو اٹھانوے (۵۹۹۸) احادیث ہیں جو چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦) ابواب میں درج کی گئی ہیں۔ جن میں سے تین ہزار نو سو تینتالیس (۳۹۴۳) روایات مُسند اور دو ہزار پچپن (۲۰۵۵) مُرسل و مفقود السند ہیں۔

اس کتاب میں روایات کی ترتیب فقہی ابواب کی بنیادوں پر ہے۔ مثلاً پہلے باب میں پانی کے احکام، طہارت اور نجاست کے احکام بیان کئے گئے ہیں، پھر بیت الخلاء کے احکام اس کے بعد کے دوسرے ابواب میں غسل و تیمّم اور احکام اموات ہیں پھر نماز کے ابواب مثلاً واجبات نماز، مقدمات نماز وغیرہ، احکام قضا، مکاسب، نکاح و طلاق اور وراثت وغیرہ کے احکام کو ذکر کیا گیا ہے۔ من لایحضرہ الفیقہ کی دوسری جلدیں بھی اسی ترتیب کے مطابق ہیں۔

مصادر کتاب

مرحوم شیخ صدوقؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں اس بات کو ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ان روایات کو اُن اصولی کتب روایات سے لیا ہے جو مذہب شیعہ کے نزدیک معتبر اور مشہور ہیں۔ جن میں سے بعض کتابیں یہ ہیں:

۱۔ کتاب حُریز بن عبداللہ سجستانی

۲۔ کتاب عبداللہ بن علی حلبی

۳۔ کتاب علی بن مھزیار اھوازی

۴۔ کتاب حسین بن سعید

۵۔ نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ

مشیخہ

کتاب " من لایحضرہ الفقیہ " کی ایک اہم قسم وہ "مشیخه" ہے جو کتاب کے آخر میں درج کیا گیا ہے اور اس میں شیخ صدوقؒ نے ان راویوں کو ذکر کیا ہے جن سے اس کتاب میں روایات کو نقل کیا ہے اور اس سلسلہ سند نے کتاب کی اکثر روایات کو "مرسل" سے "مسند" بنا دیا ہے اور علماء شیعہ کی طرف سے کتاب کی اس قسم کی طرف کافی توجہ دی گئی ہے اور اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں اور وہ آج علم الرجال کا ایک اہم سرمایہ ہیں اور شروحات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔صاحب معالم الاصول شیخ حسن بن شہید ثانی شیخ زین الدین کی شرح بنام : "ترتیب مشیخة من لایحضرہ الفقیه"

۲۔الحاج میرزا محمد حسین المعروف شیخ آقا قاضی تبریزی کی کتاب "ترتیب مشیخة من لایحضرہ الفقیه مع الشرح والبیان"

۳۔علامہ سید حسن بن عبدالھادی بن سید موسیٰ موسوی نجفی آل خرسان کی شرح۔

۴۔گیارہویں صدی ہجری کے علماء میں سے بہاؤالدین محمد بن شیخ ملا علی شریف لاھیجی کی شرح "خیرالرجال"

کتاب کی شروحات

اس اہم اور باعظمت کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :

۱۔علامہ مجلسیؒ مرحوم کے والد گرامی جناب محمد تقی مجلسی کی دو شرحیں ہیں ایک عربی میں بنام "روضة المتقین فی شرح اخبار الأئمة المعصومین" اور دوسری فارسی میں بنام "لوامع صاحبقرانی"

۲۔علامہ مجلسی کے داماد میر محمد صالح بن امیر عبدالواسع کی "شرح من لایحضرہ الفقیه "

۳۔شیخ الاسلام والمسلمین شیخ بہائی محمد بن حسین بن عبدالصمد حارثی کی "شرح من لایحضرہ الفقیه " اور صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی نے ان سے نقل کیا ہے۔

۴۔شہید ثانی زین الدین کے پوتے ابو جعفر شیخ محمد بن حسن بن زین الدین کی شرح بنام "معاھد التنبیه"

۵۔علامہ حسام الدین محمد صالح بن مولانا احمد سروی مازندرانی کی "شرح من لایحضرہ الفقیه "

کتاب کے قلمی نسخے

۱۔عالم ربانی استاذ میرزا ابوالحسن شعرانی کے مکتبہ میں کتاب کا ایک قلمی نسخہ پایا جاتا ہے۔یہ نہایت گرانقدر اور گراں قیمت نسخہ ہے جسے عبداللہ بن محمد شریف بن عبدالرب سجستانی نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے اور اس کے آخر میں شیخ حر عاملی کے ہاتھوں سے تحریر ان کا اجازہ بھی موجود ہے اور اس کے حواشی میں بعض حواشی شہید کے پوتے شیخ محمد سلطان العلماء حسینی عاملی،ملا محمد تقی مجلسی کے والد اور محقق داماد کے حواشی بھی ہیں۔

۲۔تہران یونیورسٹی کے پروفیسر الٰہیات، ڈیپارٹمنٹ کے استاد سید محمد باقر سبزواری کے پاس بھی کتاب کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۳۔آیت اللہ سید موسیٰ زنجانی کی لائبریری میں کتاب کا ایک قلمی نسخہ ہے، علامہ محمد تقی مجلسی کے سامنے اس نسخہ کو پڑھا گیا اور انہوں نے اس کی تصحیح فرمائی۔